غیب الٰہی کے امین نبی ﷺ
غلام مصطفیٰ

انتساب مستطاب

مجاہد تحریک ختم نبوت، جگر گوشہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت پیر ابو نعیم محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ العالی کے نام کہ آپ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امانتوں کے امین ہیں۔

نیاز کیش

غلام مصطفیٰ القادری

مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ داتا نگر بادامی باغ لاہور

WWW.NAFSEISLAM.COM

اشارات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	لفظ غیبی کا معنی و مفہوم	13
۲	عقیدۂ مسلم غیب	14
۳	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ما کان و ما ھو کائن کی خبر دی	23
۴	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمین و آسمان کی ہر چیز جانتے ہیں	24
۵	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کا ذکر فرمایا	25
۶	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر منافقین کا اعتراض	27
۷	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کو ان کے نسب کی، پاکیزگی کی خبر دی	27
۸	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مال کی خبر دی	30
۹	خسرو پرویز کی سلطنت کے پارہ پارہ ہونے کے بارے میں پیشین گوئی کی	30
۱۰	حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پیشین گوئی کی	31
۱۱	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منافقین کے نام لے لے کر مسجد نبوی سے نکالا	31
۱۲	رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو اپنی قمیص عطا کی	32
۱۳	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا	33
۱۴	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے انجام سے باخبر تھے	34
۱۵	عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتیوں میں سے ہے	37
۱۶	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنی اُمت کی پہچان ہوگی	37
۱۷	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کی پیشین گوئی فرمائی	38
۱۸	حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی	38
۱۹	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے میں حکمت	39
۲۰	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت معلوم تھی	40
۲۱	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کا پورا علم اور کامل یقین تھا	41
۲۲	کائنات کی ہر چیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جانتی ہے	43

پیش لفظ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا تم میں سواد بن قارب ہے؟ خاموشی طاری رہی۔ آئندہ سال آپ نے پھر یہی سوال دہرایا۔ میں نے عرض کی یہ سواد کون ہیں؟ فرمایا ان کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب وغریب ہے۔ اسی اثناء میں حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے سواد! اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرو۔ سواد بولے اے امیر المومنین! میں ہند میں تھا اور ایک جن میرا تابع تھا۔ ایک شب میں سویا ہوا تھا اور اس نے آ کر مجھے خواب میں کہا اٹھو اور میری بات غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لوی بن غالب سے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔ دوڑو اور اس پر ایمان لاؤ۔ تین رات یوں ہی ہوتا رہا۔ اس کے بار بار کہنے سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی۔ میں اونٹنی پر سوار ہوا اور مکہ مکرمہ پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آس پاس حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا: مرحبا بك يا سواد بن قارب! قد علمنا ما جاء بك اے سواد! خوش آمدید۔ جو تجھے لے آیا ہے ہم اس کو بھی جانتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے چند شعر عرض کیے ہیں۔ اجازت ہو تو پیش کروں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ انہوں نے قصیدہ پیش کیا۔ ابتداءً میں نے اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ پھر بڑے محبت بھرے انداز میں اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ چند شعر اور ان کا ترجمہ آپ بھی سنئے:۔

فاشهد ان اللّٰه لا ربّ غيره	و انك مأمون على كل غائب
و انك ادنى المرسلين وسيلة	الى اللّٰه يا ابن الاكرمين الاطائب
فمرنا بما يأتيك يا خير مرسل	و ان كان فيما جاء شيب الذوائب
و كن لي شفيعا يوم لا ذو شفاعة	سواك بمغن عن سواد بن قارب

☆ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے۔

☆ اے بزرگوں اور پاکبازوں کے فرزند تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت قریب ہے۔

☆ جو وحی آپ کے پاس آتی ہے آپ ہمیں اس کا حکم دیجئے ہم حضور کے ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہ تعمیل حکم میں ہمارے بال ہی سفید ہو جائیں۔

☆ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس روز سواد بن قارب کی شفاعت فرمائیے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

عشق ومحبت، ایمان ویقین سے لبریز یہ اشعار سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس دیئے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوگئے اور مجھے فرمایا: افلحت یا سواد! اے سواد! تو دونوں جہاں میں کامیاب ہوگیا۔

امیر المومنین نے پوچھا، کیا وہ جن اب بھی تمہارے پاس آتا ہے؟ عرض کی، جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے پھر نہیں آیا۔ میں خوش ہوا کہ اس جن کے عوض مجھے قرآن جیسا صحیفہ ہدایت مل گیا۔ [1]

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے ثبوت میں پیش کی جانے والی روایات میں سے ایک روایت ہے۔ جس میں حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیگر کمالات کی شہادت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کی رفعت کی بھی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے بارے میں سلف کا کیا عقیدہ ہے؟ اس ایک جملہ سے ہی روزِ روشن کی طرح واضح اور ظاہر ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیبِ الٰہی کے امین ہیں اور جو امین ہوتا ہے وہ امانت میں خیانت نہیں کرتا وہ امانت کو اسی طرح رکھتا ہے جیسے اسے رکھنے کا حق اور حکم ہوتا ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امین ہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اور جہاں مناسب سمجھا غیب کا اظہار فرمایا اور جہاں نامناسب خیال کیا وہاں خاموشی اختیار فرمائی۔ یہاں بعض حضرات کو اس غلطی فہمی نے گھیر لیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا علم بھی ہم جیسوں کی طرح ہے۔ جس طرح ہم کور چشم ہیں، عقل کے اندھے اور بصیرت سے عاری ہیں اپنے پیچھے کا دیکھ نہیں سکتے اسی طرح یہ ما زاغ البصر وما طغیٰ [2] کی نگاہ رکھنے والا بھی کچھ نہیں جانتا۔ کس قدر کم عقلی، کج فہمی، خبث باطنی اور سوء ادبی ہے کہ ایک اُمتی اپنے نبی سے مقابلہ کر رہا ہے اور نبی کے مقام کو اپنی حیثیت کے برابر ٹھہرا رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم اور بدبختی ہوسکتی ہے کہ امتی اپنے نبی کی عظمت کے ترانے الاپنے کی بجائے اس کی شان میں زبان درازی کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر سب سے پہلے مدینہ کے منافقین نے اعتراض کیا تھا۔ آج بھی کئی ایسے گستاخ، زبان دراز اور دیدہ دہن موجود ہیں جو آپ کے علمِ غیب کا انکار اور تردید کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں اور اس پر اپنا پورا زورِ بیان صرف کر ڈالتے ہیں۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کیا تمہاری ان لچھے دار تقریروں اور دروغ آمیز تحریروں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علمِ غیب نہیں رہے گا؟ آپ سے یہ مقام چھن جائے گا؟ آپ سے غیب کی نفی ہو جائے گی؟ معلم ازلی نے جو سکھانا تھا سکھا دیا، بتانا تھا بتا دیا، عطا کرنا تھا عطا کر دیا اور متعلم نے جو سیکھنا تھا سیکھ لیا، جاننا تھا جان لیا، لینا تھا لے لیا تم کیوں ہلکان ہوئے جا رہے ہو۔

موتوا بغیظکم ط (آل عمران:۱۱۹)

مرجاؤ اپنے غصہ (کی آگ میں جل کر)۔

---

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن: ۴/۶۹۳

[2] النجم: ۱۷ "نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب) سے آگے بڑھی"۔

علم غیب کے ثبوت اور منکرین کے ردّ میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ سیّدی مرشدی حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی شہرہ آفاق تفسیر 'ضیاء القرآن' میں متعدد مقامات پر اس موضوع پر بڑی مدلل اور سیر حاصل بحث کی ہے اور ایسے اچھوتے اور دلنشین انداز میں اس مسئلہ کی گتھیوں کو سلجھایا اور حقیقت کا روپ نکھارا ہے کہ مطالعہ کرنے کے بعد دل و دماغ پر شک وارتیاب کی پڑی گرد چھٹ جاتی ہے اور وہاں ایمان ویقین کا نور چمکنے لگتا ہے۔ مگر چونکہ یہ گوہر ہائے آبدار تفسیر میں جابجا بکھرے پڑے ہیں جن سے ایک ساتھ استفادہ کرنا عام آدمی کیلئے کارِ مشکل ہے۔ اسلئے بندہ نے ارادہ کیا کہ کیوں نہ ان موتیوں کو ایک مالا میں پرو کر متلاشیانِ حق کے سامنے پیش کیا جائے۔ شاید اس سے کسی کی اصلاح ہوجائے اور اسے راہِ راست نصیب ہوجائے۔ سو میں نے افادہ عام کیلئے ضیاء القرآن میں علم غیب کے متعلق ان بکھری ہوئی مباحث کو اس کتاب میں ترتیب وار جمع کر دیا ہے تا کہ اربابِ ذوق اور اصحابِ جستجو کو مسئلہ علم غیب پر کامل عبور حاصل ہو سکے۔

بندہ نے مسئلہ ہذا کو روایتی انداز چھوڑ کر نئے اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے ایسا کیوں؟ اس کی خاص وجہ ہے۔

عقائد کی بحث خالصتاً علمی اور فکری ہونے کی وجہ سے خاصی مشکل، دقیق اور خشک ہوا کرتی ہے۔ اسلئے یہ فطرتاً گرانیٔ طبع کا باعث بنتی ہے۔ عام قاری کو اس سے بوریت ہونے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی پیچیدہ بحث میں اپنا ذہن اُلجھانے سے گریز کرتا ہے اور نہ اس کا دل ان موشگافیوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور یوں وہ اپنے عقیدہ کی صحیح معرفت اور اس کے بارے میں کامل آگاہی حاصل نہیں کر پاتا اور شک وارتیاب کے گرداب میں پھنسا رہتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عقائد کی اس مشکل، دقیق اور خشک بحث کو ایسے سلیس انداز، دلکش پیرائے اور عام فہم اسلوب میں بیان کیا جائے جس سے ہر طبقہ کے قاری پر اس کے عقیدہ کی حقیقت آسانی سے آشکارا ہوجائے۔ اس مقصد کیلئے بندہ نے مکالماتی طرز بیان اپنایا ہے کیونکہ علم وادب کی یہی وہ آفاقی نوعیت کی حامل مفید صنف ہے جس میں ایسے فکری مسائل، علمی مباحث، فلسفیانہ مضامین اور حکیمانہ تصورات کو عام فہم اور دلچسپ انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف نقطہ نظر کو آسانی سے سمجھا اور سمجھایا جا سکتا ہے بلکہ اس سے کردار وشخصیت کی افتادِ طبع، مزاج اور رجحان کا بھی علم ہوتا ہے۔ مزید دلچسپی کا سامان پیدا کرنے کیلئے ساتھ ساتھ میں نے فقہی مسائل اور اخلاق وآداب کا بھی لحاظ کیا ہے۔

اس کوشش میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے؟ اس کا فیصلہ تو آپ قارئین ہی کریں گے۔ اُمید ہے خداوند کریم کے لطف و احسان، آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ رحمت اور حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظرِ عنایت سے عقائد کی خدمت کے سلسلہ میں یہ حقیری کاوش مفید رہے گی۔

برادر عزیز مولانا قمر عباس زاہد صاحب کا سپاس گزار ہوں جنہوں نے مباحث کی تحقیق میں بھرپور تعاون فرمایا۔ عزیز ارجمند محمد احمد سعید شاہ کا بھی شکرگزار ہوں جس نے مسودہ کی ترتیب وتسوید میں معاونت فرمائی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ عزیزان گرامی قدر کو اپنے لطف خاص سے اجر عظیم، ثواب جزیل اور علم وعمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرما کر ہم سب کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

احقر العباد

غلام مصطفیٰ القادری

WWW.NAFSEISLAM.COM

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب

شام چھ بجے کا وقت ہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے الکرم کیمپس کے فرسٹ فلور کا روم نمبر 5 ہے اندر احسان (سال پنجم کا طالب علم) کرسی پر بیٹھا دنیا و مافیہا سے بے نیاز مطالعہ میں منہمک ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی عمران (سال چہارم کا طالب علم) کتاب ہاتھ میں پکڑے، ہانپتے ہوئے دھماکے سے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ احسان چونک جاتا ہے۔

احسان......(غصہ سے) عمران، یہ کیا حرکت ہے، آرام سے اندر نہیں آسکتا تھا۔

عمران......وہ......وہ......بھائی! م م، میں......

احسان......یہ کیا میں میں کی رٹ لگا رکھی ہے۔ کبھی شریفوں سا بھی کام کر لیا کرو۔ تمہیں ہر وقت کوئی نہ کوئی شرارت سوجھی ہوتی ہے آسمان سر پر اُٹھایا ہوتا ہے۔

عمران......یہ مجھے دراصل آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا تھا۔ اس لئے......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نا

فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (انبیاء:۷)

پس (اے منکرو) پوچھو اہلِ علم سے اگر تم (خود حقیقت حال کو) نہیں جانتے۔

احسان......ٹھیک ہے۔ جو پوچھنا ہے ضرور پوچھو۔ مگر پوچھنے کا یہ کون سا انداز ہے؟ اهل الذكر اُمتِ محمدیہ کے وہ صلحاء ہیں جو قرآن و حدیث پر کامل عبور اور دین کے اصول و فروع پر گہری نظر رکھتے......کتھے مہر علی، کتھے تیری ثناء......میں کہاں وہ کہاں۔ میں تو ادنیٰ طالب علم ہوں۔ ان کے پاؤں کی خاک کے بھی برابر نہیں ہوں۔

عمران......اچھا بھائی معاف کر دیں۔ میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

والكٰظمين الغيظ والعافين عن الناس ط (آل عمران:۱۳۴)

اور ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے۔

احسان......مجھے تمہاری یہ بیہودہ حرکتیں دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شاید یہ شعر تمہارے لئے ہی کہا تھا:

چہل سال عمر عزیزت گزشت مزاج تو از حال طفلی نگشت [1]

(تیری قیمتی زندگی کی چالیس بہاریں گزر گئیں لیکن تیرے بچپن کی عادات و اطوار ابھی تک نہیں بدلے)۔

(مسکراتے ہوئے) اچھا بھئی معاف کیا۔ بیٹھو۔ بتاؤ کیا مسئلہ ہے؟

---

[1] مصلح الدین سعدی شیرازی، کریما

عمران...... (بیٹھتے ہوئے) بھائی! یہ دیکھیں میرے ہاتھ میں علامہ ارشد القادری کی کتاب 'زلزلہ' ہے۔ اس کا ایک عنوان ہے 'تصویر کا پہلا رخ' جب میں نے اسے پڑھا۔ میرا تو دماغ چکرانے لگا۔ اس لئے میں فوراً آپ کے پاس چلا آیا۔

(عمران کتاب کھول کر آگے رکھتا ہے اور پڑھتا ہے)

عمران...... بھائی! یہ پڑھیں...... لکھا ہے:۔

☆ جو کوئی بات کہے کہ پیغمبر خدا یا کوئی امام یا بزرگ غیب کی بات جانتے ہیں اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے۔ سو وہ بڑا جھوٹا ہے...... بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ [۱]

☆ اور اس بات میں (غیب جاننے میں) اولیاء، انبیاء اور جن وشیطان اور بھوت و پری میں کوئی فرق نہیں۔ [۲]

☆ جو شخص اللہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کیلئے ثابت کرے، وہ بے شک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت ومودت سب حرام ہے۔ [۳]

☆ اور عقیدہ رکھنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔ [۴]

☆ کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر رہتی ہے (کفر وشرک ہے)۔ [۵]

الغرض انہوں نے ایسے چالیس مقامات ذکر کیے ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔

عمران...... (سوالیہ انداز سے) یہ باتیں صحیح ہیں؟

احسان...... ہاں یہ بالکل صحیح ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں ان کا یہی عقیدہ ہے۔

عمران...... بھائی! ایک مسلمان اپنے نبی کے بارے میں ایسا بھی عقیدہ رکھ سکتا ہے۔ یہ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کھلی گستاخی اور بے ادبی نہیں۔

---

[۱] تقویۃ الایمان، ص ۲۷ [۲] تقویۃ الایمان، ص ۸ [۳] فتاویٰ رشیدیہ، ج ۱ ص ۲۰ [۴] فتاویٰ رشیدیہ، ج ۲ ص ۱۱۴

[۵] بہشتی زیور، ج ۱ ص ۳۷

احسان...... اس میں کوئی شک نہیں کہ شانِ نبوت میں یہ کھلی گستاخی اور صریح بے ادبی ہے۔ ایک مومن، جس کا دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہو، جس کی آنکھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب اور احترام سے سرشار ہوں، جس کا وظیفہ حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اتباع ہو، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی آئے تو زبان پر صلِ علیٰ کا ترانہ مچل جائے۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین [1]

تم میں سے کسی کا اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک
اس کے باپ، اولاد اور دوسرے لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحاء کی عزت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا [2]

ہاں! جس کا دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہو، جس کی نگاہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حیاء اور احترام نہ ہو۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے آداب کے لحاظ اور پاس نہ ہو، جو آپ کی عزت وحرمت اور عظمت و رفعت کا منکر ہو، وہی یہ مذموم جسارت کرسکتا ہے اور دنیا و آخرت میں اللہ و رسول کی لعنت مول لے سکتا ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب اس برے مذہب پر لعنت کیجئے
ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجئے

عمران...... بھائی! آپ مجھے تفصیل سے نہیں بتائیں گے۔ غیب کیا ہوتا ہے؟ اس کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ ہے؟

احسان...... (گھڑی دیکھتے ہوئے) اب تو مغرب کا وقت ہو رہا ہے۔ شام کے کھانے کے بعد مجلس مذاکرہ ہے۔ حسن اتفاق آج موضوع بھی علم غیب ہے۔ وہاں تم سب کچھ جان لینا۔

عمران...... اوہ! میں تو بھول ہی گیا۔ نوٹس بورڈ پر کئی روز سے اس کا پوسٹر آویزاں ہے۔ (مزاحیہ انداز میں) بھائی! کیا وہاں تبرک بھی تقسیم ہوگا؟

احسان...... (تلخی سے) یہ کوئی دعوت، پارٹی نہیں۔ طلباء کی ایک تربیتی اور اصلاحی تقریب ہے۔ کھانے پر ہی اپنے پیٹ کا جہنم پوری طرح بھر لینا۔ وہاں کوئی روسٹڈ تیتر، بٹیر تمہارے حلق میں اُترنے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔

---

[1] متفق علیہ [2] کلیات ظفر مولانا ظفر علی خان

عمران.....(منہ بسورتے ہوئے) بھائی! آپ نے پھر ڈانٹ دیا، کسی نے سچ کہا تھا:

سگ باش برادر خورد مباش 'کتا بن جاؤ، چھوٹا بھائی نہ بنو۔

اللہ اکبر اللہ اکبر ...... اللہ اکبر اللہ اکبر

مسجد سے مغرب کی اذان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ دونوں بھائی نماز با جماعت کی ادائیگی کیلئے مسجد میں جاتے ہیں۔ جماعت کے ساتھ فرض نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اسے بلاعذر ترک کرنا نہایت ہی بدبختی اور بدنصیبی ہے۔ [1]

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کے باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اس کے اپنے گھر یا بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ہے۔ اس لئے کہ جب وہ وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے تو نماز کے سوا کوئی دوسری چیز اسے نہیں لے جاتی۔ تو وہ جو بھی قدم اٹھاتا ہے اس کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ مٹایا جاتا ہے پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس پر اس وقت تک سلامتی بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ باوضو رہتا ہے اور اس کیلئے یہ دعا کرتے ہیں، اے باری تعالیٰ! اس پر سلامتی بھیج۔ الٰہی! اس پر رحم فرما۔ اور وہ اس وقت بھی نماز میں ہی ہوتا ہے جب وہ نماز کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ [2]

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز میں سب سے زیادہ اجر اس شخص کا ہے جو سب سے زیادہ چل کر جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ [3]

ایوان ضیاء الامت کا کانفرنس ہال ہے۔ سٹیج پر تین نشستیں ہیں۔ سامنے میز پر تازہ پھولوں سے سجا ہوا گلدان ہے۔ عقبی دیوار پر رنگوں سے مزین ایک بینر آویزاں ہے، جس پر 'مجلس مذاکرہ' موضوع: علم غیب زیر اہتمام فروغ افکار ضیاء الامت لاہور' لکھا ہے۔ کونوں پر شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رباعی 'بلغ العلیٰ بکمالہ' بڑی خوبصورتی سے مرقوم ہے۔ سٹیج سے تھوڑا سا ہٹ کر دائیں بائیں بھی تین تین نشستیں ہیں۔ سامعین کیلئے بڑے قرینے سے کرسیاں آراستہ ہیں۔ طاہر سیالوی کی سرکردگی میں سیکورٹی اپنے فرائض سنبھالے ہوئے ہے۔ طلباء اپنی اپنی ڈائریاں اُٹھائے کشاں کشاں چلے آرہے ہیں۔ ایک بڑی تعداد پہلے ہی جمع ہے۔ عمران بھی اپنے کلاس فیلوز کے ساتھ پہلی قطار میں بیٹھا ہے۔ سب کی نگاہیں دروازے پر جمی ہوئی ہیں۔

---

[1] نیل الاوطار ۳/۱۰۵ [2] صحیح بخاری و مسلم [3] صحیح مسلم

جمیل..... (ایک طالبِ علم بولتا ہے) یار! یہ کیا تماشہ ہے، انتظامیہ نہ مقرر، ہمیں یہاں مکھیاں مارنے کیلئے بٹھادیا ہے۔

مسعود..... (دوسرا طالب علم) اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے۔ یہ تو تمہارا آبائی پیشہ ہے۔ (قہقہہ بلند ہوتا ہے)

منظور..... انتظامیہ کہیں تبرک پیک کررہی ہوگی۔

مقصود..... تم نے کون سا انہیں چندہ دیا تھا جو تمہیں گرم گرم گلاب جامن کھلائیں گے۔

عمران..... یار تم خاموش نہیں رہ سکتے، شور کیوں مچاتے ہو، کبھی تو منہ سے اچھی بات نکال لیا کرو۔

رفاقت..... کیا تم نے نعت پڑھنی ہے؟

عالمگیر..... کیوں اس کا خرچہ ختم ہوگیا ہے؟ (زوردار قہقہہ لگتا ہے)

اسی اثناء میں بزم کے جنرل سیکرٹری قمر عباس، زاہد، احمد سعید (ایک طالبِ علم) اور احسان کے ہمراہ اندر داخل ہوتا ہے۔ احمد سعید اور احسان سامعین میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور قمر اپنی نشست پر بیٹھتا ہے اور مائیک اپنے آگے کر کے مخاطب ہوتا ہے۔

قمر..... بسم الله الرحمٰن الرحيم ..... دوستانِ محترم! میں سب سے پہلے آپ کو مجلس مذاکرہ میں تشریف لانے پر خوش آمدید کہتا ہوں اور حوصلہ افزائی کرنے پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ برادرانِ ذیشان! یہ تقریب کوئی عام تقریب نہیں بلکہ مدحتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ذکرِ نبی کی تقریب ہے۔ ایسی تقدس مآب اور بابرکت تقاریب و محافل کے آداب کا ہمیں خیال رکھنا چاہئے اور شوروشغب سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اگر ہم دین کے محافظ ہی دین پر عمل نہیں کریں گے تو ہم دوسروں کو کس منہ سے تبلیغ کرسکیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (الصف:۳)

بڑی ناراضگی کا باعث ہے اللہ کے نزدیک کہ تم ایسی بات کہو جو کرتے نہیں۔

یہ سلسلہ ہم نے اسلئے شروع کیا ہے کہ ہمارے اندر افہام و تفہیم سمجھنے سمجھانے کا ملکہ پیدا ہو، اپنے سچے اور مبنی برحق عقائد و نظریات سے کامل آگاہی ہو۔ ان پر شک وارتیاب کی جو گرد پڑی ہوئی ہے اسے باہمی گفت وشنید سے صاف کریں اور دل کے طاق میں یقین و ایقان کے چراغ روشن کریں کیونکہ عقیدہ و نظریہ کی خرابی سارے اعمال کی خرابی کا باعث بنتی ہے۔ عمل کی صحت کا دارو مدار نیت، عقیدہ اور نظریہ کی صحت پر ہوتا ہے۔

آج ہمارا موضوع 'علم غیب' ہے۔ اس کیلئے ہم نے برادر محترم جناب محمد احمد سعید شاہ کو جو سال پنجم کے طالب علم ہیں، زحمت دی ہے۔ وہ آپ کے سوالات کے جوابات دیں گے۔ شاہ صاحب کا ادارہ کے ہونہار، ذہین، محنتی، قابل اور شریف طلبہ میں شمار ہوتا ہے۔ ہر سال نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ برادرم جناب حافظ احسان الٰہی اور جناب اسداللہ وٹو ان کی معاونت کریں گے۔ حافظ صاحب ادارہ کے بہترین قاری، ثناء خوان اور مقرر ہیں۔ وٹو صاحب بھی قابل اور فعال شمار ہوتے ہیں۔ جبکہ فریق کی حیثیت سے برادرم غلام محی الدین، عرفان اللہ سیفی، محمد افراہیم، محمد حسن رضا، محمد سرفراز اور محمد شاہد شرکت کر رہے ہیں۔ ان کا تعلق سال چہارم سے ہے۔ میں اپنے مہمانان گرامی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور اپنی اپنی نشستوں پر جلوہ افروز ہوں۔

تمام حضرات سامعین میں سے اُٹھتے ہیں اور اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھتے ہیں۔ احسان، احمد سعید، اسد اللہ سٹیج پر، محی الدین، عرفان، افراہیم دائیں اور سرفراز، حسن، شاہد بائیں جانب بیٹھتے ہیں۔

قمر......اب میں بلاتاخیر شاہ صاحب کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ مائیک سنبھالیں اور پروگرام کا آغاز فرمائیں۔

احمد سعید......(مائیک اپنے آگے کرتے ہوئے)

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم ٥ اما بعد! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

برادرانِ اسلام! سب سے پہلے میں انتظامیہ کا شکر گزار ہوں جن کی وساطت سے آج مجھے حاضری کا موقع ملا اور آپ سے ہمکلامی کا شرف نصیب ہوا۔ 'علم غیب' اپنی نوعیت کا اہم ترین اور تفصیل طلب موضوع ہے المیہ یہ ہے کہ عقائد کے معاملہ میں ہم دوسروں سے بہت پیچھے اور کمزور ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہم بفضلہ تعالیٰ حق پر ہیں لیکن اس وقت ہماری جان پر بن جاتی ہے جب ہمیں دوسروں کے سامنے حق پر ہونا ثابت کرنا پڑ جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری دین سے وابستگی کمزور پڑ گئی۔ مسلک میں دلچسپی کم ہوگئی ہے۔ تحصیل علم کا جذبہ سرد پڑ گیا ہے۔ ہمارے اندر ولولہ و جوش کا سخت فقدان ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ آج ہمارا اکثر نوجوان طبقہ دین سے بے خبر اور بیزار اور اپنی اسی بے خبری، لاعلمی اور بیزاری کی وجہ سے دوسروں کے پروپیگنڈا کا شکار ہو کر ان کے بچھائے ہوئے مکر و فریب کے جال میں آسانی سے پھنس جاتے ہیں۔ نوجوانوں کی دین سے بیگانگی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی ایسا ادارہ نہیں جہاں عصری تقاضوں کے مطابق جدید سائنٹفک طریقہ سے ان کی دینی تربیت کا اہتمام ہو۔ اپنے عقائد سے آگاہی اور ان کی اصلاح کیلئے بزم کا یہ سلسلہ بڑا مؤثر، فعال اور خوبصورت ہے۔ اگر یہ پورے تسلسل اور سرگرمی سے جاری رہا تو مجھے قوی اُمید ہے کہ اس سے ہمارا سویا ہوا ذوق بیدار ہوگا، ہمارے اندر دلچسپی پیدا ہوگی، ہمارا رجحان بڑھے گا کیونکہ اس میں بہت سے ایسے پہلو ہیں جو دین کی طرف کشش کا باعث بنیں گے اور یقین و اطمینان کے ٹھنڈے جھونکے نصیب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اب میں اپنے موضوع کی طرف آتا ہوں۔

﴿ سوالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے ﴾

عرفان......دائیں جانب سے! (پہلا سوال کرتا ہے) شاہ صاحب! سب سے پہلے تو آپ ہمیں یہ بتائیں کہ غیب کسے کہتے ہیں؟

احمد سعید......عرفان صاحب! آپ نے بڑا خوبصورت اور بنیادی سوال کیا ہے۔ مسئلہ کے صحیح فہم اور کامل ادراک کیلئے ضروری ہے کہ ہم پہلے لفظ غیب کی لغوی تحقیق کریں۔ اس سے یقیناً مسئلہ کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لفظ غیب کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں......غیب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ظاہری حواس کی رسائی سے بلند اور عقل کی سمجھ سے بالاتر ہو۔ مثلاً وحی، فرشتے، قیامت، جنت، دوزخ اور خود ذاتِ الٰہی۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو نہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہیں اور نہ عقل سے سمجھی جاسکتی ہیں۔ [1]

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی وضاحت کرتے لکھتے ہیں:

مالا یقع تحت الحواس ولا تقتضیه بداهة العقل [2]

وہ علم جو حواس کی رسائی سے بالاتر ہو اور جو قوتِ عقل سے بھی حاصل نہ کیا جاسکے۔

شیخ عبدالقادر مغربی نے اس لفظ کی جو تعریف کی ہے وہ سب سے زیادہ واضح ہے۔ لکھتے ہیں:

والغیب ما غاب عنا معشر البشر مما لا نهتدی الیه بشیٔ من حواسنا ومشاعرنا او بشیٔ من فراسنا وقیاسنا و استنتاج عقولنا [3]

جو چیز انسانوں سے پوشیدہ اور مخفی ہو اور ہم اپنے حواس اور شعور کی قوتوں سے یا فراست سے یا قیاس سے یا عقل کے زور سے، اس تک رسائی حاصل نہ کر سکیں اس کو غیب کہتے ہیں۔

شیخ موصوف آگے لکھتے ہیں اور جو چیز ان ذرائع میں سے کسی ایک سے دریافت ہو سکے وہ غیب نہیں۔

---

1. پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ۱/۳۰
2. محمد راغب اصفہانی۔ المفردات
3. ضیاء القرآن، ۵/۳۹۶

حسن...... (بائیں جانب سے) قبلہ! یہ تو ہمیں اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ غیب کسے کہتے ہیں لیکن علم غیب کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ ہے؟ کیا نقطہ نظر ہے؟ ہمارا مسلک کیا کہتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کے بارے میں کچھ وضاحت فرمائیں۔

احمد سعید...... حسن بھائی! آپ نے بھی اہم اور دوسرا بنیادی سول کیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اسی پر سارے مسئلہ کا دارومدار ہے۔ اگر اسے ہی اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو کوئی اعتراض باقی رہتا ہے نہ کوئی شک وشبہ۔ علم غیب کے متعلق ہمارا مسلک اور عقیدہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تعلیم الٰہی اور فیض ربانی سے حاصل ہے۔ مگر اس کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی طرح اس کی صفت علم بھی قدیم ہے، ذاتی ہے اور غیر متناہی ہے یعنی ایسا نہیں کہ وہ پہلے کسی چیز کو نہیں جانتا تھا اور اب جاننے لگا ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہر چیز کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی، اس کی عین حیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد اپنے علم تفصیلی سے جانتا ہے۔ نیز اس کا یہ علم اپنا ہے۔ کسی نے اس کو سکھایا نہیں ہے۔ نیز اس کے علم کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ اگر کوئی شخص کماً یا کیفاً یعنی مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا کسی کیلئے اثبات کرے تو وہ ہمارے نزدیک شرک کا مرتکب ہوگا۔ اور حضور پُر نور امام الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم مبارک خداوند کریم کے علم کی طرح قدیم نہیں۔ بلکہ حادث ہے۔ یعنی پہلے نہیں تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کے تعلیم کرنے سے حاصل ہوا۔ خداوند کریم کے علم کی طرح ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حاصل ہوا۔ نیز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم خداوند کریم کے علم کی طرح غیر متناہی اور غیر محدود نہیں بلکہ متناہی اور محدود ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے علم محیط کیساتھ حضور فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا بھر کے سمندروں سے ہے۔

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضور رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حادث، عطائی اور محدود علم اتنا محدود نہیں جتنا بعض حضرات نے سمجھ رکھا ہے اس کی وسعتوں کو دینے والا جانتا ہے یا لینے والا۔ سکھانے والے کو پتا ہے یا سیکھنے والے کو۔ ہم تم کس گنتی میں ہیں، جبریل امین بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتے۔ فاوحی علیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ 'اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی' علم ومعرفت کی وہ وسعتیں اور بیکرانیاں جن پر بیان کا ہر جامہ تنگ ہے ان کی ہم حد برآری کرنے لگیں گے تو ٹھوکریں نہیں کھائینگے تو اور کیا ہوگا۔ [1] اس تلمیذ رحمٰن نے جو کچھ اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا وہ حق ہے۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

من رأنی قد رأ الحق جو کہے — کیا بیاں اس کی حقیقت کیجیے
عالم علم دو عالم ہیں حضور ﷺ — آپ سے کیا غرض حاجت کیجیے [2]

---

[1] ضیاء القرآن، ۳۸۵/۳ [2] حدائق بخشش

قرآن شاهد ہے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم بیکراں پر

افراہیم......محترم! آپ نے اپنا عقیدہ بیان کیا۔ ہم نے سنا، آپ کا بیان مثل دعویٰ کے ہے اور دعویٰ کے ثبوت کیلئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ دعویٰ بلا دلیل کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہر چیز کو جانچنے اور پرکھنے کا ایک پیمانہ اور معیار ہوتا ہے۔ ہمارا پیمانہ اور معیار اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب قرآن مجید ہے۔ پھر یہ ایک اختلافی اور نزعی مسئلہ ہے اس صورت میں قرآن حکیم کا حکم یہ ہے کہ

فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللّٰہ و الرسول (نساء:۵۹)

پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف۔

آپ نے اپنے دعویٰ کے حق میں بطور دلیل قرآن سے کوئی آیت پیش نہیں کی۔ الٹا اعلیٰ حضرت کی ایک رباعی سنا دی ہے۔

احمد سعید......آپ نے بالکل دُرست فرمایا۔ قرآن کریم ہی ہمارے عقیدہ ونظریہ کی اصل اساس اور بنیاد ہے۔ قرآن ہی کسی کے حق اور باطل ہونے کا پیمانہ اور معیار ہے۔ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر متعدد معجز بیاں آیات شاہد اور حسین کلمات ناطق ہیں کوئی دیدۂ بینا سے غور وتدبر تو کرے۔ اُٹھایئے قرآن پاک اور پڑھیے:۔

و ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولٰکن اللّٰہ یجتبی من رسلہٖ من یشاء (آل عمران:۱۷۹)

اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر البتہ اللہ (غیب کے علم کیلئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے۔

وانزل اللّٰہ علیک الکتٰب و الحکمۃ و علمک مالم تکن تعلم ط

و کان فضل اللّٰہ علیک عظیما (النساء:۱۱۳)

اور اُتاری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب وحکمت دی اور آپ کو جملہ ان امور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا۔ آیت کے اس حصہ کی جو تفسیر امام المفسرین ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے اسی کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) یعنی اے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں احسانات سے آپ پر یہ بھی خاص احسان فرمایا آپ کو قرآن جیسی کتاب سے نوازا۔ جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ نیز اس میں ہدایات کا نور بھی ہے اور پند و نصیحت بھی۔ ایسی جامع کتاب کے ساتھ حکمت یعنی قرآن کے حلال وحرام، اوامر ونواہی وغیرہ کے اجمال کی تفصیل بھی نازل کی۔ نیز آپ کو ان اُمور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کی خبروں کا علم جو کچھ ہو چکا (ما کان) اور جو کچھ ہونے والا ہے (و ما ھو کائن) ہے، کا علم بھی عنایت فرمایا۔ [1]

[1] ضیاء القرآن،۱/۵۰،۳۷۷

عٰلم الغيب فلا يظهر علیٰ غيبهٖ احدا لا الا من ارتضیٰ من رسول (الجن:۲۶،۲۷)

اللہ تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے۔ پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو

بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرمالیا ہو (غیب کی تعلیم کیلئے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، علم غیب کے دروازے ہر ایرے غیرے کیلئے کھلے نہیں بلکہ وہ ان رسولوں کو اس نعمت سے نوازتا ہے جن کو وہ چن لیا کرتا ہے۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:۔

الا من يصطفيه لرسالته فيظهره علی ما يشاء من الغيب [1]

اللہ تعالیٰ جس کو اپنی رسالت کیلئے چن لیتا ہے اس کو جس غیب پر چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔

آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ خازن لکھتے ہیں:۔

الا من يصطفيه لرسالته ونبوته فيظهره علی ما يشاء من الغيب [2]

اللہ تعالیٰ جسے رسالت و نبوت کیلئے منتخب کرتا ہے اسے جو غیب چاہتا ہے آگاہ فرمادیتا ہے۔

ابو عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:۔

ثم استثنیٰ من ارتضاه من الرسل فاودعهم ماشا من غيبه بطريق الوحی اليهم [3]

پھر ان رسولوں کو، جن کو اس نے چنا ہے، مستثنیٰ کر دیا ہے۔ پس ان کو جتنا چاہا اپنے غیب کا علم بطریق وحی عطا فرمایا۔

ابو حیان اندلسی رقم طراز ہیں:۔

الا من ارتضیٰ من رسول استثناء من احد ای فانه يظهر علیٰ ما يشاء من ذلك [4]

یعنی من احد سے استثناء کی گئی ہے۔ یعنی رسول مرتضیٰ کو جتنے غیب پر وہ چاہتا ہے مطلع کر دیتا ہے۔

علامہ ابن جریر نے حضرت ابن عباس، قتادہ اور ابن زید سے یہی تفسیر نقل کی ہے:۔

الا من ارتضیٰ من رسول فانه يصطفيهم ويطلعهم [5]

یعنی اللہ تعالیٰ رسولوں کو چن لیتا ہے اور انہیں غیب میں جتنا چاہتا ہے اس پر آگاہ فرمادیتا ہے۔

ان آیات طیبات سے یہ عیاں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا ہے۔

(ماشاءاللہ ...... سبحان اللہ ...... کی صدا بلند ہوتی ہے)

---

[1] معالم التنزیل، ۳۹۶/۵ [2] خازن، ۳۹۷/۵ [3] قرطبی [4] جوہری [5] ابن جریر

سرفراز...... (طنزیہ انداز میں) جناب والا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ ط (النمل:۶۵)

آپ فرمائیے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اور غیب پر مطلع کرنے اور غیب کو ظاہر کرنے کا ذکر قرآن نے مطلقاً بیان کیا ہے۔ کسی رسول کی تخصیص نہیں ہے۔ پھر آپ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا۔

احمد سعید..... چلئے آپ نے یہ تو تسلیم کیا کہ انبیاء و رسل کو علم غیب حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے جو آیتِ کریمہ پیش کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان ہو رہا ہے۔ علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتائے اور بتلائے بغیر کوئی بھی غیب پر آگاہ نہیں ہو سکتا۔ علامہ سیّد محمد آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) یعنی حق بات یہ ہے جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا اور خاص بندوں کو جو علم حاصل ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے بلکہ وہ انہیں اللہ کی فیض رسانی سے حاصل ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنی فیض رسانی کی متعدد وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے انہیں مرحمت فرماتا ہے۔ [1]

علامہ موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) یعنی ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم غیب بالواسطہ کلاً اور بعضاً اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔
یعنی اس کے بتائے بغیر نہ سارا علم کوئی جان سکتا ہے اور نہ بعض کوئی جان سکتا ہے۔ [2]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ترجمہ) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اس کے جتانے اور سکھانے سے۔ [3]

آخر میں اپنی رائے تحریر کرتے ہیں: (ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ تقدیرِ عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جان سکتی۔ [4]

---

[1] روح المعانی، ۲۰/۳۶۱ [2] ایضاً [3] مظہری، ۳۶۱ [4] ایضاً

رہا حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب۔ تو کھولئے قرآن اور پڑھئے:۔

(۱) ذٰلك من انبآء الغيب نوحيه اليك ط (آل عمران:۴۴)

یہ (واقعات) غیب کی خبریں ہیں ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف۔

اس سے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی غیب کے علوم کو جانتا ہے اور یہی اس کی نبوت کی قوی دلیل ہوتی ہے۔ [1]

(۲) ذٰلك من انبآء الغيب نوحيه اليك ج (یوسف:۱۰۲)

(اے حبیب) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔

(۳) وقل ربّ زدني علما (طٰہٰ:۱۱۴)

اور دعا مانگا کیجئے۔ اے میرے ربّ (اور) زیادہ کر میرے علم کو۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

قال ابن عيينة لم يزل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى زيادة حتى توفه الله تعالىٰ [2]

یعنی اس دعا کی برکت سے تادم واپسیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں اضافہ اور زیادتی ہوتی رہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

وقيل هذا اشارة الى العلم اللدنى [3]

کہ اس میں علم لدنی کی طرف اشارہ ہے۔

اور علم لدنی اسے کہا جاتا ہے جو کسبی نہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی دَین ہو۔

---

[1] مظہری، ۲۲۸/۱ [2] مظہری، ۱۳۸/۳ [3] روح المعانی

علامہ اسماعیل حقی نے یہاں بڑی پیاری بات لکھی ہے:۔

(ترجمہ) لطائف قشیری میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کی زیادتی کا سوال کیا تو انہیں خضر کے حوالے کر دیا گیا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بن مانگے زیادتی علم کی دعا سکھادی اور اپنے سوا کسی کی طرف کسب علم کیلئے جانے کی اجازت نہیں دی تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی جس نے 'ادبنی ربی' کے مکتب میں 'وقل زدنی علما' کا سبق پڑھا ہے وہ علمك مالم تكن تعليم کی درسگاہ میں حقائق اشیاء کی جستجو کرنے والوں کے گوش ہوش میں فعلمت الاولین والآخرین کا نکتہ پہنچا سکتا ہے۔ [1]

علمہائے انبیاء و اولیاء در دلش رخشندہ چوں شمس ضحیٰ
عالمے کاموزگارش حق بود علم و کامل مطلق بود [2]

تمام انبیاء اور اولیاء کے علوم آپ کے قلب مبارک میں چاشت کے سورج کی طرح چمک رہے ہیں۔
وہ عالم کہ جس کا استاد حق تعالیٰ ہو اس کے علم کے کمال کا کوئی کیسے اندازہ لگا سکتا ہے۔

(٤) مآ انت بنعمة ربك بمجنون (القلم:۲)

آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

حضرت علامہ عارف ربانی اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) تاویلات نجمیہ میں ہے کہ مجنون کا معنی مستور ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی نعمت سے آپ پر جو ازل میں ہو چکا یا جو ابد تک ہونے والا ہے وہ مستور، پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ مجنون جن سے ہے جن کا معنی پردہ ہے اور جن کو بھی جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسانوں کی آنکھوں سے چھپا ہوتا ہے۔ آپ جو کچھ ہو چکا اس سے بھی واقف ہیں اور جو ہو گا اس سے بھی خبردار ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس علم کامل پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں پایا۔ پس میں نے 'ماکان ومایکون' کو جان لیا۔ [3]

---

[1] روح البیان [2] جلال الدین رومی، مثنوی [3] روح البیان ۱۵/ ۳۳۰

(روانی میں آتے ہوئے) آگے چلئے:۔

(۵) الرحمٰن لا علم القرآن ط خلق الانسان لا علمه البیان (الرحمٰن:۴-۱)

رحمٰن نے (اپنے حبیب کو) سکھایا ہے قرآن، پیدا فرمایا انسان (کامل) کو۔ نیز اسے قرآن کا بیان سکھایا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

قال ابن عباس ایضاً و ابن کیسان الانسان ھٰھنا یراد به محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اور ابن کیسان سے یہ قول منقول ہے کہ

'الانسان' سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

جاز ان یقال خلق الانسان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علمه البیان

یعنی القرآن فیه بیان ما کان و ما یکون من الازل الی الابد [2]

یعنی یہ درست ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ اور علمه البیان سے قرآن مراد ہو۔

جس میں ماکان و ما یکون جو ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ ازل سے ابد تک کا بیان ہے۔

ذرا غور فرمایئے! معلم محمد بن عبداللہ (روحی و قلبی فداہ) ہے اور معلم خود خالق ارض و سماء ہے۔ شاگرد مکہ کا اُمّی ہے اور استاد عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اور پڑھایا کیا جا رہا ہے قرآن...... کون سا قرآن! جو سراپا رحمت ہے، جو مجسم ہدایت ہے، جو نور علیٰ نور ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھٰذا بیان للناس و ھدی و موعظة للمتقین

جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین کوئی خشک و تر ایسا نہیں جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔ اس تعلیم سے جو بحر ناپیدا کنار اس صدر منشرح میں موجزن ہوا۔ اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ [3]

(پیر جی ہتھ ذرا ہولا رکھیں۔ پیچھے سے آواز آتی ہے)

احمد سعید......(آواز کا جواب دیتے ہوئے) بات اگر چلی ہے تو آگے تک جائے گی۔

(موضوع کی طرف آتے ہوئے) ہاں تو میں عرض کر رہا تھا۔ آگے بڑھئے:۔

---

[1] قرطبی، ۶۶/۵ [2] مظہری [3] مظہری، ۶۶/۵

(٦) وما هو على الغيب بضنين ج (التكویر:۲۴)

اور یہ نبی غیب بتانے میں ذرا بخیل نہیں۔

جناب شبیر احمد عثمانی اس آیت پر تفسیری حاشیہ لکھتے ہیں...... یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء وصفات سے، یا احکام شرعیہ سے، یا مذاہب کی حقیقت وبطلان سے، یا جنت ودوزخ کے احوال سے، یا واقعات بعدالموت سے، اوران چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔ [۱]

(۷) الم نشرح لك صدرك لا (الم نشرح:۱)

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔

علامہ سیّد آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) یعنی آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کر دیا کہ غیب وشہادت کے دونوں جہاں اس میں سما گئے۔ استفادہ اور افادہ کی دونوں ملکتیں جمع ہو گئیں ہیں علائق جسمانیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی ملکات روحانیہ کے حصول میں رکاوٹ نہیں ہے۔ خلق کی بہبود کے ساتھ آپ کا تعلق معرفتِ الٰہی میں استغراق سے رکاوٹ نہیں۔ [۲]

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی طرح کی تفسیر بیان کی ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں، اس میں علوم ومعارف کے سمندر اُتار دیئے اور لوازم نبوت وفرائض رسالت برداشت کرنے کا بڑا وسیع حوصلہ دیا۔ [۳]

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

دنیا وآخرت دونوں آپ کے جود وکرم کے مظہر ہیں اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آخری مصرعہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

علمهما ان يكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه [۴]

کہ لوح وقلم کا علم آپ کے علم کے دفتر کی ایک سطر اور آپ کے علم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔

سبحان اللہ...... سبحان اللہ...... ماشاءاللہ...... ماشاءاللہ...... کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

---

[۱] عثمانی،۵/۵۰۵ [۲] روح المعانی،۵/۵۹۷ [۳] عثمانی،۵/۵۹۸ [۴] شرح قصیدہ بردہ

(۸) علم الانسان مالم یعلم ط (العلق:۵)

اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ) اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے علوم سکھائے گا جن کا احاطہ عقلیں نہیں کرسکتیں۔ [1]

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ) ممکن ہے کہ اس آیت میں الانسان سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جبریل کے تین بار بھیجنے سے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کے علوم سکھا دیے۔ [2]

(آستینوں کو اوپر چڑھاتے ہوئے) محترم! آپ نے بھی قرآن پڑھا ہے اور میں نے بھی ابھی تک قرآن ہی پڑھا ہے۔ فرق صرف سمجھ کا ہے۔ ادخلوا فی السلم کآفۃ (بقرہ:۲۰۸) 'داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے' قرآن پر پورا پورا ایمان لائیں۔ افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض (بقرہ:۸۵) 'تو کیا تم ایمان لائے ہو کتاب کے کچھ حصہ پر اور انکار کرتے ہو کچھ حصہ کا' بعض کا اقرار اور بعض سے انکار، یہ کسی مؤمن کا شیوہ نہیں۔ آپ اپنے مطلب کی آیت تو مان لیتے ہیں اور وہ آیاتِ مقدسہ جن میں صراحت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا ذکر ہے ان پر آپ کی نگاہ نہیں پڑتی۔ کیا یہ قرآن نہیں ہے؟ ان آیاتِ طیبات کے بعد اگر کوئی پھر کہے کہ شیطان کا علم فخرِ عالم کے علم سے زیادہ ہے یا ایسا علم تو گاؤ، خر اور ہر سفیہ کو بھی حاصل ہے۔ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اور ہم اہلسنت پر شرک کا الزام لگائے تو اس کی مرضی۔

(جذباتی لہجہ میں) میں علم غیب کے منکرین، ان کی تمام ذریت اور جملہ آل کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ فاتوا بسورۃ من مثلہٖ 'تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی' (بقرہ:۲۳) قرآن سے ایک چھوٹی سی آیت یا آیت کا ٹکڑا دکھاویں جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی صراحتہً، اشارۃً یا کنایۃً نفی ہو، ثبوت کی میں نے پیش کردی ہیں تو سیدا اپنا مسلک چھوڑ دے گا۔

نعرہ تکبیر.........اللہ اکبر.........نعرہ رسالت.........یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

سیّدی مرشدی یا نبی یا نبی	سیّدی مرشدی یا نبی یا نبی
ہم اپنے نبی کے دیوانے	ہم اپنے نبی کے دیوانے
ہم اپنے مدنی کے دیوانے	ہم اپنے مدنی کے دیوانے

پورا ہال دلنواز نعروں سے گونج اٹھتا ہے۔

---

[1] روح المعانی، ۵/۶۱۳ [2] مظہری

یہاں ایک بار پھر موضوع میں تعطل آتا ہے۔احمد سعید کی مدلل گفتگو کے بعد پورے ہال پر ایک لمحہ کیلئے سکوت طاری ہو جاتا ہے سب ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ پھر ایک صاحب مائیک لے کر اس سکوت کو توڑتے ہیں۔

محی الدین......شاہ صاحب آپ تو جلال مین آگئے ہیں۔ دیکھئے! ہم سائل ہیں اور آپ ایک مجیب اور مبلغ کی حیثیت سے ہمارے سامنے بیٹھے ہیں۔ایک مبلغ کو اپنے سائلین سے اس طرح ترش روئی اور غصہ سے پیش نہیں آنا چاہئے۔ یہ آداب دعوت و تبلیغ کے خلاف ہے۔ مبلغ کو حلم، بردباری، نرم خوئی اور تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔کسی حال میں بھی وقار، متانت، سنجیدگی اور شائستگی کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ادفع بالتی ھی احسن (مومنون:۹۶)

اور دور کرو اس چیز سے جو بہت بہتر ہے۔

اور فرمانِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

عن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا

آسانی اختیار کرو اور سختی اختیار نہ کرو۔خوشخبری سناؤ اور نفرت انگیزی اختیار نہ کرو۔

حسان......(مائیک اپنے آگے کرتے ہوئے) شاہ صاحب جذباتی ہوئے ہیں نہ جلال میں آئے ہیں۔مقام حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا ہو، موقع آپ کے ادب و احترام کا ہو پھر کوئی حرف گیری کرے تو کون سا مومن ہے جو جذباتی نہ ہوگا، غیرت ایمانی اور جلالت دینی کا اظہار نہیں کرے گا۔اس مقام پر غیرت میں آنا تو مومن ہونے کی نشانی ہے۔

(منقطع سلسلہ پھر شروع ہوتا ہے اور موضوع کی طرف آتے ہیں)۔

محی الدین......(نرم ہوتے ہوئے، احسان کو مخاطب کرتا ہے) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں شاہ صاحب نے دلائل کا انبار لگا دیا ہے قرآن مجید سے اتنے دلائل پیش کر دیئے ہیں کہ اب کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔مفسرین کرام کی آراء اس شرح و بسط سے بیان کی ہیں کہ دماغ سے شکوک کا سارا غبار دھل گیا ہے اور آئینے کی طرح صاف و شفاف ہو گیا ہے۔ قرآن کے بعد دوسرا درجہ حدیث کا ہے۔لہٰذا اب ہم جاننا چاہیں گے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب کے بارے میں خود بھی کچھ فرمایا ہے۔اس کے بارے میں ذرا بیان فرمادیں۔

احسان...... ہاں! کتب حدیث وسیرت میں ایسی کثیر احادیث، روایات، اخبار اور آثار ہیں جن میں آپ کے علم غیب کا بیان ہے جن سے پتا چلتا ہے کہ جب موقع اور ضرورت ہوتی تو آپ اپنے علم غیب کا اعلان اور اظہار فرماتے اور بتاتے کہ اللہ کے رسول کے علم کا کیا مقام اور شان ہے۔ میں وقت کی قلت کے پیش نظر صرف چند وہ مشہور احادیث ذکر کروں گا، جن کی اسناد صحیح، جید اور مستند ہیں۔ جن کے راوی ثقہ ہیں اور ان کی ثقاہت آئمہ حدیث کے نزدیک مسلم ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔

۱...... امام مسلم اپنی صحیح میں ابوزید عمرو بن اخطب سے روایت کرتے ہیں:۔

(ترجمہ) ابوزید فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے یہاں تک نمازِ ظہر کا وقت ہوگیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اُترے، نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف فرما کر خطبہ شروع کیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوکر اپنا خطبہ جاری فرمایا اور یہ خطبہ غروبِ آفتاب تک جاری رہا۔ اس طویل خطبہ میں (جو صبح سے شام تک جاری رہا) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں (ما کان) جو کچھ پہلے گزر چکا تھا کی بھی خبر دی اور (ما ھو کائن) جو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی۔ ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جسے یہ خطبہ سب سے زیادہ یاد ہے۔ [۱]

۲...... (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی بڑی حسین اور پیاری صورت میں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی اور پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔ [۲]

اس حدیث پاک کے راوی حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اسی مضمون کی دوسری حدیث کے راوی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس میں فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض کی جگہ فتجلی لی کل شیٔ و عرفت ہر ہر چیز مجھ پر روشن (عیاں) ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا' کے الفاظ ہیں۔

دونوں طویل حدیثیں ہیں مگر میں نے اپنے موضوع کے متعلق حصہ بیان کیا ہے۔ آخر میں شاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب حق ہے اسے یاد کرو اور دوسروں کو اس کی تعلیم دو۔

---

[۱] صحیح مسلم، ۳۹۰/۱ [۲] درمنثور، مسند دارمی، مشکوٰۃ، ۴۵۸/۳

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں: (ترجمہ) پس جو چیز آسمان میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا۔ پھر فرماتے ہیں، ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی و کلی مجھے حاصل ہو گئے اور ان کا میں نے احاطہ کرلیا۔ ۱

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب المرقاۃ شرح المشکوٰۃ میں پہلے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں یہاں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر کے قول پر اکتفا کرتا ہوں:۔

(ترجمہ) علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات جو آسمان میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا وہ میں نے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو تو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تھی اور اسے آپ پر منکشف کیا تھا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے تھے۔ ۲

احمد سعید..... (حدیث کی سند بیان کرتے ہوئے) ممکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو اس لئے اس کے متعلق مشکوٰۃ کے مصنف کی رائے بھی غور سے سن لیجئے جو انہوں نے یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہے تو بفضلہ تعالیٰ تسلی ہو جائے گی۔

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں، میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔ ۳

(گفتگو جاری رکھتے ہوئے) امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

(ترجمہ) ایک روز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا ذکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمایا ہو۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔ میرے یہ سارے رفقاء اسکو جانتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شے وقوع پذیر ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آجاتا ہے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یونہی فرمایا تھا) بالکل اس طرح جیسے تیرا کوئی واقف آدمی کافی عرصہ تجھ سے غائب رہا ہو اور جب تو اسے دیکھتا ہے تو تُو اسے پہچان لیتا ہے۔ ۴

---

۱ درمنثور، مسند دارمی، مشکوٰۃ، ۴۵۸/۳ ۲ مرقاۃ، ۴۵۹/۳ ۳ مشکوٰۃ ۴ مشکوٰۃ، ۴۵۹/۳

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی صحیح میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں:

(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام فرما ہوئے اور تخلیق کائنات کی ابتداء سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل میں اور اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔ [1]

احسان...... (شرح بیان کرتے ہوئے) علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طیبی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:۔

(ترجمہ) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں حتی کا لفظ بیان غایت کیلئے ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس جامع خطبہ میں کائنات کی آفرینش سے لیکر اس وقت کے تمام حالات بیان کر دیئے جبکہ جنتی اپنے اپنے محلات میں قیام پذیر ہو جائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جنتیوں کا جنت میں دخول تو زمانہ مستقبل میں ہوگا۔ اس لئے حتی یدخل یعنی مضارع کا صیغہ استعمال ہونا چاہئے تھا۔ حدیث میں ماضی کا صیغہ حتی دخل کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے چونکہ یہ خبر دینے والا صادق اور امین رسول ہے اس نے آئندہ کیلئے جو فرمایا کہ ایسا ہوگا اس کا ہونا بھی اتنا ہی یقینی ہے جتنا اس بات کا جو پہلے واقع ہو چکی ہو۔ [2]

---

[1] مشکوٰۃ [2] مشکوٰۃ ۳/۴۵۹

کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے:۔

(ترجمہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری (امت دعوت) میرے سامنے پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ اس وسعت علمی پر کسی مؤمن نے اعتراض نہیں کیا بلکہ منافقین نے ازراہِ مذاق کہا کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ میں مومن اور کافر کو جانتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ ہم ہر وقت آٹھوں پہر ان کے ساتھ رہتے ہیں ہمارا تو علم نہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ [۳]

تفسیر خازن اور معالم التنزیل میں اس روایت کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل عبارت کے بعد لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) منافقین کا یہ قول جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا، اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر اعتراض کرتی ہے۔ اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کوئی بات پوچھو میں یہاں کھڑے کھڑے تمہیں اس کا جواب دوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ اُٹھے (ان کے نسب پر طعن کیا جاتا تھا) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذرت طلب کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا میرے علم پر اعتراض کرنے سے باز آؤ گے یا نہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اُترے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ [۴]

احادیثِ مبارکہ کا بیان یہاں ختم ہوتا ہے۔ آیاتِ کریمہ اور احادیثِ طیبہ سے متعلق اشکالات اور ان کے جوابات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ،۳/۴۶۰ [۲] مشکوٰۃ،۳/۴۶۰ [۳] بیضاوی،۱/۲۹۹ [۴] بیضاوی،۱/۳۰۰

ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

افراہیم......قرآن مجید کی ایک آیتِ کریمہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبانِ مبارک سے اعلان کرواتا ہے:

قل لا اقول لکم عندی خزآئن اللّٰہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ج (الانعام:۵۰)

آپ فرمائیے کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ خود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں۔

میرا سوال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل ہے تو پھر اس آیتِ کریمہ کا کیا مطلب ہے؟ یہ اعلان کیوں کرایا گیا۔

اسداللہ......(مائیک سامنے کرتے ہوئے) برادر! علامہ سیّد محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ) آیت کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ سارے خزانے میرے تصرف میں ہیں اور میں خود مستقلاً ان میں جیسے چاہوں تصرف کر سکتا ہوں۔ [۱]

اور علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں جس کے قبضہ میں زمین و آسمان کے سارے خزانے ہیں۔ [۲]

تو گویا یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دراصل اپنی ذات سے الوہیت کی نفی کر رہے ہیں نہ کہ دیگر اُمور کی۔ کیونکہ اکثر ضعیف العقل لوگ اس چیز میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ذرا کسی میں کمال دیکھا جھٹ اس کے خدا ہونے کا یقین کر لیا۔ وہ ذاتِ پاک اعلان فرما رہی ہے جس کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا، ڈوبا ہوا سورج پھر لوٹ آیا کہ میں خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ کی قدرت کے سارے خزانے میرے قبضہ میں ہیں۔ خود بخود جیسے چاہوں ان میں تصرف کروں، یا مجھے غیب کا خود بخود علم ہو جاتا ہے اور بغیر اللہ کے بتلائے سکھلائے ہر غیب کو جانتا ہوں' میرا یہ دعویٰ نہیں۔ میرا اگر کوئی دعویٰ ہے تو فقط یہ ہے کہ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی 'جو کچھ میری طرف وحی کیا جاتا ہے اس کی پیروی کرتا ہوں'۔ قول اور فعل میں، علم اور عمل میں۔ [۳]

بعض پریشان حال لوگ اس آیتِ کریمہ میں غور کیے بغیر اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ حضور فخرِ موجودات علیہ افضل التحیات والتسلیمات علم، اختیار اور بشری کمزوریوں میں عام انسانوں کی طرح ہیں۔ کاش وہ آیت کے ان مختصر الفاظ قل ھل یستوی الاعمیٰ و البصیر میں تدبر کرتے۔ قدرت نے پہلے ہی ان کا ازالہ فرما دیا ہے اور بتا دیا کہ تم میں اور میرے محبوب میں اتنا فرق ہے جتنا اندھے اور بینا میں ہوتا ہے۔ اب خود سمجھ لو کہ جس کی آنکھیں اللہ کے نور سے روشن ہوں اور جو تہہ در تہہ اندھیروں میں بھٹک رہا ہو، کیا برابر ہو سکتے ہیں؟ جس کی چشم مازاغ مقامِ دنیٰ پر محوِ مشاہدہ ہو، کیا اس کی ہمسری وہ لوگ کر سکتے ہیں جو دوری کے حجاب کے پیچھے سر پٹخ رہے ہیں۔ [۴]

---

[۱] روح المعانی، ۱/۵۵۸ [۲] ابن جریر [۳] ابن جریر، ۱/۵۵۸ [۴] ابن جریر، ۱/۵۵۹

سرفراز..... قل لا اقول لکم ...... الخ کے بارے میں آپ نے کہا کہ یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات سے الوہیت کی نفی کر رہے ہیں۔ لیکن آیت کریمہ:

ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر (الاعراف:۱۸۸)

اور اگر میں (تعلیم الٰہی کے بغیر) جان لیتا غیب تو خود ہی بہت جمع کر لیتا خیر سے۔

کا آپ کیا مطلب بیان کریں گے۔ یہاں تو الوہیت کی نفی کا اعلان نہیں کیا جا رہا ہے۔

اسد اللہ..... محترم! آپ نے شروع سے آیت تلاوت نہیں کی۔ اگر شروع سے کرتے تو حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی پہلے جیسی صورت ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ماشاء اللّٰہ 'آپ کہئے نہیں مالک ہوں اپنے آپ کیلئے نفع کا اور نہ ضرر کا مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ' کا اپنے رسول کی زبان سے اعلان کروا رہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات مقدسہ سے الوہیت کی نفی فرما رہے ہیں کہ میں خدا نہیں۔ کیونکہ خدا وہ ہے جس کی قدرت کامل اور اختیار مستقل ہے، جو چاہے کر سکتا ہے، نہ کسی کام سے اسے کوئی روک سکتا ہے اور نہ اسے کوئی کام پر مجبور کر سکتا ہے اور مجھ میں یہ اختیار کامل اور قدرت مستقلہ نہیں پائی جاتی۔ میرے پاس جو کچھ ہے میرے ربّ کا عطیہ ہے اور میرا سارا اختیار اس کا عنایت فرمودہ ہے۔ لا املک کے کلمات سے اپنے اختیار کامل کی نفی فرمائی اور الا ماشاء اللہ سے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ کوئی نادان یہ نہ سمجھے کہ حضور کو نفع و ضرر کا کوئی اختیار ہی نہیں۔ فرمایا مجھے اختیار ہے اور یہ اختیار اتنا ہی ہے جتنا میرے ربّ کریم نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ کتنا عطا فرمایا ہے تو انسانی عقل کا کوئی پیمانہ اور کوئی اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ کوئی بناوٹی حد قائم نہیں کی جا سکتی۔ [1]

آیت کے پہلے حصہ کی طرح یہاں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات مقدسہ سے الوہیت کی نفی فرما رہے ہیں کیونکہ خدا وہ ہے جس کا علم ذاتی اور محیط ہو اور میرا علم ایسا نہیں بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اس مقام کی توضیح کرتے ہوئے علامہ خازن لکھتے ہیں، امور غیبیہ کی خبر دینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعظم معجزات میں سے ہے تو یہاں اس کی نفی کیوں کی جا رہی ہے۔ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا بر سبیل تواضع، انکسار اور ادب تھا۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے مطلع نہ کرے میں غیب نہیں جان سکتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس وقت کا ہو جب آپ کو غیب پر آگاہی نہیں بخشی گئی تھی اور جب آگاہ فرما دیا تو ارشاد فرمایا:

فلا یظھر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول ...... الخ [2]

---

[1] ابن جریر ۲/۱۱۰ [2] ابن جریر ۲/۱۱۱

احمد سعید..... (مزید وضاحت کرتے ہوئے) یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تواضع، انکسار اور ادب کا مقام ہے۔ دوسری طرف آپ کے علم کا مقام اور عالم بھی دیکھئے:۔

غزوۂ بدر میں 70 قریش قیدی بنائے گئے۔ اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے زر فدیہ مدینہ روانہ کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قیدیوں میں تھے۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ جانتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ آپ کے اسلام کو جانتا ہے اگر آپ کا دعویٰ اسلام دُرست ہے تو اس فدیہ کا آپ کو اچھا بدلہ مل جائے گا لیکن آپ بظاہر کفار کے ساتھ بدر میں آئے ہیں اس لئے فدیہ ادا کرنا پڑے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں میں کہاں سے لاؤں۔ نبی مرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ مال کہاں گیا جو آپ نے اور اُمّ الفضل نے فلاں جگہ دفن کیا تھا اور آپ نے کہا تھا اگر میں سفر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بچوں فضل، عبداللہ اور قثم کو دے دینا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراپا تصویر حیرت بن کر رہ گئے اور گویا ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں مان گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں کیونکہ جس چیز کی خبر آپ نے دی ہے اس کا علم تو بجز میرے اور اُمّ الفضل کے اور کسی کو نہ تھا۔ [1]

گبن رومن ایمپائر میں لکھتا ہے..... جب خسرو اپنی عظمت و عروج کے نشہ میں مخمور تھا۔ اسے دنیا میں اپنا کوئی ہمسر نظر نہ آتا تھا اس وقت اسے ایک مکتوب موصول ہوا۔ ایک ایسی ہستی کی طرف سے جو مکہ کا باشندہ اور غیر معروف ہے۔ اس خط میں خسرو کو یہ دعوت دی گئی کہ تم سلامتی چاہتے ہو تو اسلام قبول کرلو۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رسالت پر ایمان لے آؤ۔ خسرو نے اس دعوت کو مسترد کر دیا اور نامہ کو پرزہ پرزہ کر دیا۔ اس کی اس نازیبا حرکت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں ارشاد فرمایا کہ اس نے میرا مکتوب پھاڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی مملکت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پارہ پارہ کر دیا ہے۔ [2]

---

[1] قرطبی، ۲/ ۱۶۷ [2] قرطبی، ۳/ ۵۵۵

بخاری شریف میں موجود ہے، ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اس وقت منبر پر حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی ان کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ فرمایا:

ان ابنی هذا سید ولعل اللہ ان یصلح به فئتین عظیمتین من المسلمین [1]

میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور آپ کے زمانہ خلافت میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ جو جنگ کا سلسلہ عرصہ سے جاری تھا وہ ختم ہوگیا اور مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں صلح ہوگئی۔

حسن...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن اهل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم ط (التوبہ:۱۰۱)

اور کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہوگئے ہیں نفاق میں تم نہیں جانتے ان کو، ہم جانتے ہیں انہیں۔

اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کا علم تھا تو اللہ تعالیٰ نے لا تعلمهم نحن نعلمهم کیوں فرمایا؟

احسان...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(ترجمہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے روز خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے فلاں! اٹھو یہاں سے نکل جاؤ تم منافق ہو اے فلاں! نکل جاؤ تم منافق ہو چنانچہ آپ نے ان کے نام لے لے کر انہیں نکال دیا اور انہیں رُسوا کیا۔ یہ پہلا عذاب تھا۔ دوسرا عذاب قبر میں ہوگا۔ [2]

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافقین کا علم دے دیا تھا۔ اسی لئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن بھرے مجمع میں ان کے نام لے لے کر نکل جانے کا حکم فرمایا اور لا تعلمهم میں جو علم کی نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر خود بخود انہیں نہیں جانتے اور ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا ہے۔ [3]

---

[1] قرطبی،۴/۵۹۱ [2] روح المعانی [3] روح المعانی،۲/۲۵۰

عرفان...... بات منافقین کی چل رہی ہے ایک ضمنی سوال ذہن میں اُبھرا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی درخواست پر اوپر والی قمیض بھیجی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منافق کو قمیض کیوں عطا فرمائی؟ معزز جینل سے گزارش ہے کہ اس کے بارے میں بیان فرمائیں۔

(پینل کا سربراہ احمد سعید گویا ہوتا ہے)

احمد سعید..... قمیض دینے کی چند وجوہ تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرض موت میں مبتلا ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اس نے التماس کی کہ جب وہ مرجائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں، اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی مجھے وہ قمیض چاہیے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو چھو رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس بیٹھے تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قمیض کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقت سے نقاب اٹھایا اور فرمایا، اے عمر! اس کافر اور منافق کو میری قمیض تو کچھ نفع نہیں پہنچائے گی البتہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ ہزار آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا۔ [1]

منافقین کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت عبداللہ کے پاس رہتا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کیلئے آپ ہی کی قمیض کا سہارا لے رہا ہے تو انکی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس رحمتِ عالمیان کی بارگاہِ بیکس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں اس کا دامن پکڑنے کی کوشش کریں اب ہی کیوں نہ اس پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قمیض کی برکت اور قمیض والے کے حسنِ خلق کی بدولت مشرف باسلام ہوا۔ اسلم منهم يومئذ الف (کبیر) جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتوں کو بچالیا۔ قمیض دینے کی ایک حکمت اور وجہ تو یہ تھی۔ مفسرین کرام نے دو وجہیں اور بھی بیان کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگِ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے، گرفتار کیے گئے تو ان کی اپنی قمیض پھٹ گئی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں قمیض پہنانا چاہی۔ چونکہ حضرت عباس دراز قد تھے۔ عبداللہ بن ابی کا قد بھی لمبا تھا، اس لئے اس کی قمیض کے سوا اور کوئی قمیض انہیں پوری نہ آئی۔ اللہ کے رسول نے چاہا کہ اس کا یہ احسان دُنیا میں ہی اُتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ تعلیم دی کہ اما السائل فلا تنهر "کہ کسی سائل کو نہ جھڑکئے" اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے سوال کو ردّ نہ کیا۔ سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی کہ اس قمیض کی وجہ سے اللہ ایک ہزار منافقین کو دولتِ ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ [2]

---

[1] کبیر ۲/۳۴۰ [2] کبیر ۲/۳۴۰

عرفان...... کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کا جنازہ بھی پڑھا تھا؟

احمد سعید...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ نہیں پڑھایا تھا۔ جب وہ مرگیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا، حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کرا سے دفن کر آؤ۔ اس نے عرض کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! خود کرم فرمادیں۔ اس پیکر عفوو عنایت نے نہ نہ کی۔ اُٹھے اور اسکی نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے روانہ ہونے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر گزارش کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ اور رسول کے اس دشمن کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیے۔ اسی وقت آیت کریمہ نازل ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑلیا اور اللہ کا یہ حکم سنایا: لا تصل علی احد ...... الخ (ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا......) (کبیر،ص ۲/ ۲۴۰)

شاہد...... (جو بڑی دیر سے خاموش ہے، بولتا ہے) جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے تو پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے۔

قل انما علمها عند الله ولكن اكثر الناس لا يعلمون (اعراف:۱۸۷)

آپ فرمایئے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اسد اللہ...... علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت سے کامل طور پر آگاہ فرمادیا ہو لیکن وہ کمال علم ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم محیط و کامل سے مساوی ہوسکتا ہو۔ اور پھر اپنے رسول کو کسی حکمت بالغہ کے پیش نظر مخفی رکھنے کا حکم دے دیا ہو۔ (روح المعانی، ۲/ ۱۱۰)

اسی طرح آپ نے قیامت کی جو مختلف علامات بیان فرمائی ہیں جن سے کتب تفسیر، حدیث اور سیر بھری پڑی ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم ہے مگر بتقاضائے حکمت الٰہی آپ نے صراحۃً قیامت کے وقت کا ذکر نہیں کیا۔

محی الدین...... چلئے ہم آپ کی اس وضاحت کے بعد مان لیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا:

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ط (الاحقاف:۹)

اور میں از خود نہیں جان سکتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور کیا کیا جائے تمہارے ساتھ۔

اس سے تو پتا چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی عاقبت اور انجام کے بارے میں کچھ خبر نہ تھی (معاذ اللہ) اور نہ ہی دوسرے کے احوال آخرت کا علم تھا۔ شاہ صاحب آپ اس سلسلہ میں کچھ روشنی ڈالیں۔ آیتِ کریمہ کے اس حصہ کا کیا مطلب ہے؟

احمد سعید...... برادر! اُمت کیلئے نبی، رسول کی حیثیت ایک معلم اور مربی کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: انما بعثت معلما[1] "بلاشبہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے" اسلئے نبی اپنے آپ کو اپنی اُمت کے سامنے ایک ماورائی ہستی کی بجائے ایک ایسے انسان کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جو ان سے کامل اور اکمل ہے اور خدا کا فرستادہ ہے تاکہ خدا کی توحید کا پیام پہنچانے اور اس کی مخلوق کو رشد و ہدایت کی راہ پر لانے کا جو فریضہ اس کے ذمہ لگا ہے وہ کما حقہ ادا کر سکے۔ اگر نبی، رسول ماورائی ہستی کے طور پر امت کے سامنے آئیگا تو لوگ یا تو خوفزدہ ہو کر اس سے بھاگیں گے یا اپنی کم عقلی اور ضعیف الاعتقادی کے باعث اسے خدا بنا لینگے اور ایسا ہوتا آیا ہے۔ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی ابن اللہ اور کبھی الٰہ بنایا۔ اس سے نبی اور رسول کا مقصدِ بعثت یکسر فوت ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو اپنی امت کے سامنے ہمیشہ اللہ کے فرستادہ کامل و اکمل انسان کی حیثیت سے پیش کیا۔ کبھی بھی اپنے آپ کو ماورائی ہستی ظاہر نہیں کیا کہ نہ آپ سے کوئی وحشت کھائے اور نہ کوئی باطل اعتقاد قائم کرے۔ کمالات اپنی جگہ مگر آپ نے اپنی پوری زندگی ایسے انسان کامل کے طور پر گزاری کہ جس کا قول و فعل اور علم و عمل قیامت تک آنے والوں کیلئے نمونہ، اسوہ اور سنت بن جائے۔

اس قدر جاننے کے بعد میں آپ کے جواب کی طرف آتا ہوں۔ علامہ ابن جریر طبری، قرطبی، مظہری اور دیگر اکابر فرماتے ہیں کہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روزِ اوّل سے اپنی نجات کا یقین تھا اور اپنے انجام اور عاقبت کی خبر اور علم تھا۔ قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات ہیں جن میں اہل ایمان کو مغفرت کا مژدہ ہے اور منکرین کو دوزخ کی وعید۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزازات کا ذکر قرآن میں بھی بڑی شرح و بسط سے موجود ہے اور احادیث طیبہ میں بھی مقام محمود، مقام شفاعت کبریٰ اور کوثر وغیرہ ان امور سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] ابن ماجہ

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا سید ولد آدم ولا فخر، بیدی لواء الحمد ولا فخر و آدم و ما سواہ تحت لوائی و لا فخر [1]

قیامت کے روز اولادِ آدم کا میں سردار ہوں گا۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا آدم اور دیگر پیغمبروں کو میرے جھنڈے کے نیچے پناہ ملے گی۔ یہ باتیں فخریہ طور پر نہیں کہہ رہا۔ حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔

ایسی بے شمار احادیث صحیحہ ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقامات رفیعہ اور درجات سنیہ کا ذکر موجود ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اپنے متعدد غلاموں کے بارے میں نام لے لے کر ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی سے کون واقف نہیں۔ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق فرمایا: سید اشباب اھل الجنۃ 'یہ دونوں شہزادے اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں'۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا اے ثابت!

اما ترضیٰ ان تعیش حمیدا وتقتل شھیدا و تدخل الجنۃ [2]

کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم عزت و آرام سے زندگی بسر کرو، تمہیں شہادت کا شرف بخشا جائے اور تم جنت میں داخل ہو۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا لقب رازدانِ رسول ہے۔ فرماتے ہیں: (ترجمہ) آج سے لے کر قیامت تک آنے والے جتنے فتنے ہیں ان میں سے ہر فتنہ کے متعلق میں تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ان فتنوں کی خبر دی۔ [3]

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ [4]

ما ادری سے درایت کی نفی ہے ...... ما یوحیٰ الی سے علم خداداد کا ثبوت ہے۔

سکھلانے والا اللہ تعالیٰ ہو اور سیکھنے والا مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہو۔ استاذ عالم الغیب والشہادۃ ہو اور تلمیذ غارِ حرا کا گوشہ نشین ہو۔ بھیجنے والا رب العالمین ہو اور آنے والا رحمۃ للعالمین ہو۔ وہاں کمی رہے گی تو کیسے؟ کوئی نقص ہوگا تو کس جانب سے؟

---

[1] ترمذی، مشکوٰۃ ۳/۵۱۳ [2] ایضاً [3] صحیح مسلم [4] سنن ابی داؤد ۲/۲۲۸

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ) یعنی یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ علم نہ تھا کہ آخرت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ایسی نازیبا بات سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ناجی ہونے کا علم اس وقت سے تھا جب روزِ اول ارواحِ انبیاء سے آپ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا تھا بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں مجھے سابقہ انبیاء کی طرح جلاوطن کر دیا جائے گا یا نہیں۔ [1]

ابن جریر حسن بصری کے قول کو صحیح قرار دیتے ہیں: (ترجمہ) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دنیا میں جو معاملہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا جانے والا تھا اور جو سلوک آپ کی قوم اور دوسرے مکذبین کے ساتھ ہونے والا تھا اس کو بیان کر دیا۔ [2]

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ) میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دنیا سے انتقال نہیں فرمایا جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کی ذات، صفات اور اس کے شئون کا علم اور تمام ایسی اشیاء کا علم جو وجہ کمال ہو نہ دے دیا گیا ہو۔ [3]

قرآن کی آیات محکمات اور احادیث کی موجودگی میں یہ کہنا بڑی گستاخی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے انجام کی خبر نہ تھی (معاذ اللہ) یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم نہ تھا کہ دنیا میں آپ کے ساتھ اور آپ کی اُمت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ (سعید رُکتا ہے)......

احسان......(سعید سے مائیک لیتے ہوئے) میں اس کے بارے میں کچھ مزید عرض کرتا ہوں تاکہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے اور شک وشبہ کا غبار چھٹ جائے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:۔

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں بتایئے وہ کون ہیں؟ انکے اعمال کیا ہیں؟ تاکہ ہم ان لوگوں سے محبت کریں۔ فرمایا وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کیلئے آپس میں محبت کرتے ہیں نہ ان میں کوئی رشتہ ہے اور نہ مالی منفعت۔ بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور نور کے منبروں پر انہیں بٹھایا جائے گا۔ دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ لوگ حزن وملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی حزن وملال نہ ہوگا۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون [4]

---

[1] سنن ابی داؤد، ۲/۴۷۸ [2] ایضاً [3] روح المعانی، ۲/۴۷۸ [4] قرطبی، ۲/۳۱۵

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کرتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائے اور فرمایا آج میرے سامنے ساری اُمتیں پیش کی گئیں۔ ایسے نبی میرے سامنے سے گزرے جن کے ساتھ صرف ایک اُمتی تھا۔ کسی کے ساتھ دو اور بعض کے ساتھ ایک گروہ اور بعض ایسے نبی تھے جن کیساتھ ایک اُمتی بھی نہ تھا پھر میں نے ایک جم غفیر کو دیکھا جس نے آسمان کو گھیر لیا تھا۔ کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ آپ کی امت ہے۔ 'مع ھولاء سبعون الفا یدخلون الجنۃ بغیر حساب' ان میں ستر ہزار آپ کے وہ غلام ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔ آپ کے ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور عرض کی: 'انا منھم یا رسول اللّٰہ!' اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا میں ان میں سے ہوں۔ 'قال نعم' فرمایا ہاں تو ان میں سے ہے۔ 'و قال آخر و قال امنھم انا فقال سبقک عکاشۃ' پھر ایک اور اُٹھا اور عرض کی، کیا میں بھی ان میں سے ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔ [1]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: (ترجمہ) میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میرا یہاں سے انتقال کر جانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اگر تمہاری کسی نیکی کو دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب تمہارے کسی گناہ کو دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ [2]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، روز قیامت سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور سب سے پہلے مجھے ہی سجدہ سے سر اٹھانے کا اِذن ملے گا۔ میں آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھوں گا اور ساری اُمتوں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ ایک آدمی نے عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! اُمتوں کے اس ہجوم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا، میں ان کو پہچان لوں گا ان کے ہاتھ اور پاؤں وضو کے اثر سے چمک رہے ہوں گے یہ چیز کسی دوسری اُمت میں نہ پائی جائے گی۔ میں ان کو پہچان لوں گا کیونکہ ان کے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ میں ان کو اس نشانی سے پہچانوں گا جو ان کے چہروں میں ہوگی۔ میں انہیں اس نور سے پہچانوں گا جو ان کے سامنے ضوفشانی کر رہا ہوگا۔ [3]

---

[1] قرطبی، ۵/۹۳ [2] قرطبی، ۲/۵۹۴ [3] قرطبی، ۵/۱۱۶

ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، 'اتدری من اشقی الاولین' اے علی! کیا تم جانتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون تھا؟ میں نے عرض کی 'اللّٰہ و رسولہ اعلم' کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، (حضرت صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا۔ پھر دریافت فرمایا: 'اتدری من اشقی الاخرین' کہ بعد میں آنے والوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہے؟ عرض کی: اللّٰہ و رسولہ اعلم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: 'قاتلك' تیرا قاتل سب سے زیادہ بدبخت ہے۔ [1]

(احسان سانس لینے لگتا ہے۔ اسد اللہ مائیک اپنے آگے کرتا ہے اور گویا ہوتا ہے)

اسد اللہ......ایک دو حدیث میرے ذہن میں بھی آئی ہیں۔ عرض کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اسکے بعد کوئی گرہ باقی نہیں رہے گی۔

سیّدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک دن نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درِ دولت سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ حالت یہ تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دائیں جانب اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب تھے۔ سیّد العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں حضرات کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے اور جب مسجد میں داخل ہوئے تو فرمایا: 'ھکذا نبعث یوم القیامۃ' ہم قیامت کے دن یونہی اُٹھیں گے۔ [2]

سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُحد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم تھے اور جب اُحد کے اوپر چڑھے تو جبل احد نے لرزنا شروع کر دیا (احد کو وجد آگیا) اس پر شاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبل اُحد کو پاؤں مبارک سے ٹھوکر لگا کر فرمایا، اے احد! ٹھہر جا تجھ پر ایک اللہ کا نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ [3]

---

[1] قرطبی، ۵/۵۷۳ [2] ترمذی، مشکوٰۃ، مفتی محمد امین، خلیفۃ اللہ، ۱۴۶ [3] صحیح بخاری، مشکوٰۃ

شاہد......رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک لقب اُمّی بھی ہے۔اس کے بارے میں کچھ وضاحت کردیں۔

احمد سعید......لفظ اُمّی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: (ترجمہ) زجاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اُمّی اس کو کہتے ہیں جو اپنی پیدائش کے وقت کی حالت پر رہے جس نے لکھنا نہ سیکھا ہو۔ اہل عرب کو بھی امیین کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں لکھنا نادر بلکہ معدوم تھا۔ [1]

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمّی مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ کسی کے سینے کو علوم و معارف سے لبریز کرتا ہے تو اسے تحصیل علم کے مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ [2]

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب لکھا ہے: (ترجمہ) قلم اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوح محفوظ جس کی نگاہوں میں ہو اس کو نوشت و خواند کی کیا ضرورت۔ اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روشن معجزہ ہے۔ [3]

کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے ؎

فیض ام الکتاب پرورش   لقب امی ازاں خدا کردش
لوح تعلیم نا گرفته به بر   همه ز اسرار لوح داده خبر
بر خط اوست انس و جان راسر   که نه خواندست خط ازاں چه حذر [4]

اُمّ الکتاب (قرآن) کے فیض نے چونکہ آپ کی پرورش کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا لقب اُمّی رکھا ہے۔
اگر چہ آپ نے علم سیکھنے کی تختی اپنی بغل میں نہیں پکڑی لیکن اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کے تمام رازوں سے خبر دی ہے۔
انس و جن نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خط پر اپنے سر رکھ دیئے ہیں۔ اگر ظاہری خط نہ پڑھے تو اس میں کوئی حذر نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمّی مبعوث کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ کوئی شخص آپ پر یہ الزام نہ لگا سکے کہ جو حکیمانہ کلمات اور پاکیزہ تعلیمات آپ سکھا رہے ہیں وہ حکماء کی کتابوں کے طویل اور عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ جب اہل نظر دیکھیں گے کہ اس ہستی نے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا، کبھی کچھ نہ لکھا اور کچھ نہ پڑھا پھر جو حکیمانہ کلام آپ سناتے ہیں یہ آپ کا کلام نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، مشکوٰۃ، ۲۳۰/۵ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً

حسن...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

و یسئلونک عن الروح ط قل الروح من امر ربی و مآ اوتیتم من العلم الا قلیلا (بنی اسرائیل:۸۵)

اور یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق (انہیں) بتایئے روح میرے ربّ کے حکم سے ہے اور نہیں دیا گیا تمہیں علم مگر تھوڑا سا۔

میرا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا تھا یا نہیں؟

احمد سعید...... یہ ایک مسئلہ ہے جس کی خلش ہر غور وفکر کرنے والا اپنے دل و دماغ میں محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ ہر زمانہ کے فلسفیوں نے اس معمہ کو حل کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن ہر کوشش نے اسے پیچیدہ سے پیچیدہ تر بنادیا۔ یہی سوال جب بارگاہ رسالت میں کیا گیا تو زبانِ قدرت نے اس کا یہ مختصر اور جامع جواب دے کر تمام اوہام وشکوک کا دروازہ بند کردیا۔ الروح من امر ربی یعنی روح میرے ربّ کا امر ہے۔ اس کے متعلق امام رازی نے جو لکھا ہے وہی پیش کرتا ہوں:۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان میں فرمایا ہے: 'الرحمٰن علم القرآن' یعنی رحمٰن نے قرآن سکھایا اور 'علمک...... الخ' اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ پھر حکم دیا دعا مانگو: 'رب زدنی علما' اے اللہ! میرے علم کو زیادہ فرما۔ قرآن کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: 'لا رطب ...... الخ' کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کرتے تھے، اے اللہ! مجھے تمام چیزیں اسطرح دکھا جس طرح وہ حقیقت میں ہیں تو جس ذات کی یہ شان اور صفت ہو اس کیلئے کیا مناسب ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں اس مسئلہ کو نہیں جانتا حالانکہ یہ مسئلہ مشہور مذکورہ مسئلوں میں سے ہے۔ ہمارے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ انہوں نے روح کے متعلق دریافت کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا کماحقہ جواب دیا۔ [1]

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر میں بڑی تفصیلی بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور آپ کے ارباب بصیرت اطاعت کیشوں کو روح کا علم نہ تھا۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی شارح صحیح بخاری ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے جو یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں دیا گیا' لکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اس کی ساری خلق کے سردار ہیں آپ کا منصب اس سے بہت بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کرتے ہوئے فرمایا: وعلمک ...... الخ الآیہ۔ [3]

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں [4]

---

[1] کبیر ۲/۶۸۲ [2] مظہری [3] عمدۃ القاری ۲/۶۸۲ [4] کلیات ظفر

سرفراز...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگائی گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک پریشان رہے جب تک ان کی برأت کے بارے میں آیات نازل نہ ہوئیں اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم اور یقین تھا تو آپ اتنا عرصہ کیوں پریشان رہے؟

احمد سعید...... ماضی کی طرح آج کل بھی بعض لوگ بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں بیان کرتے ہیں اور اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت کرنے کیلئے عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں اور اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت کرنے کیلئے عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کا اعلان کیوں نہ کردیتے وغیرہ۔ جنہیں سن کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے اور یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زورِ بیان اور قوتِ استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کیلئے صَرف کررہے ہیں۔ ان کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی، رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ وہ خود سوچیں اگر ان کی بہو، بیٹی پر ایسا بہتان لگایا جائے یا خود ان کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے اگر چہ انہیں اپنی پاکدامنی کا حق الیقین بھی ہو تو کیا ان کا جگر چھلنی نہیں ہوجائے گا۔

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا کیونکہ نبی کا ایسے عیوب سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کردیں ضروریات عقلیہ میں سے ہے جیسے اس کا جھوٹا ہونا، کمینہ خاندان کا ہونا، اس کے والدین کا تہمت زنا سے متہم ہونا۔ اسطرح اس کی اہلیہ کی عصمت کا مشکوک ہونا۔ اگر نبی میں ان عیوب میں سے کوئی عیب بھی پایا جائے گا تو لوگ اس سے متنفر ہوجائینگے اور اس کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہوجائیگا۔

امام موصوف نے اپنے کلام پر دو شبہے پیش کیے ہیں اور خود ہی ان کا جواب دیا ہے۔

۱...... نبی کی بیوی کا کافر ہونا قرآن سے ثابت ہے اور کفر زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے اگر نبی کی اہلیہ سے کفر جیسے سنگین جرم کا ارتکاب ہوسکتا ہے تو اس سے کم درجہ کے گناہ کا صدور بھی ممکن ہے۔ اس کا جواب فرمایا کہ بیوی کا کفر لوگوں کو متنفر نہیں کرتا البتہ اس کے دامن عصمت کا داغدار ہونا لوگوں کو بلاشبہ متنفر کردیتا ہے۔

۲......دوسرا شبہ یہ ذکر کیا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ اتنا عرصہ پریشان کیوں رہے۔ اسکے ردّ میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پریشان ہونا عدم علم کی دلیل نہیں۔ کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان اظہر من الشمس تھا۔ وہ سن کر بھی آپ پریشان ہوتے۔ ولقد نعلم انك يضيق صدرك بما يقولون۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی۔ جس کے متعلق کسی کو ادنیٰ شبہ بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے اوران کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کیلئے کوئی ثبوت نہ تھا۔ ان قرائن کے ہوتے ہوئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے بھی اس الزام کا جھوٹا ہونا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخوبی معلوم تھا۔

فالمجموع هذه القرآئن كان ذالك القول معلوم الفساد قبل نزول الوحى (تفسیر کبیر)

اس کے علاوہ جو خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا، اس کا یہ جملہ سارے شک وشبہ کو دور کرنے کیلئے کافی ہے: (ترجمہ) اے گروہ مسلمانان! مجھے اس شخص کے معاملہ میں کون معذور تصور کرے گا جس نے میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔

بالاتفاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ خطبہ نزول آیات سے پہلے کا ہے۔ اپنے اہل بیت کی برأت حلف اُٹھا کر بیان فرمائی اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلف اٹھانا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دینا اسی وقت تصور کیا جا سکتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکیزگی اور الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذرا بھی تردد ہوتا تو آپ قطعاً حلف نہ اُٹھاتے اور نہ مفتری کو سزا دینے کی ترغیب دیتے۔

نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلاء میں شدت، اس کی مدت میں طوالت، بایں ہمہ صبرو استقامت کا مظاہرہ ان تمام اُمور میں بھی لطف ہے۔ اس کی قدر و منزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

(سانس لیتا ہے)

احمد سعید......(گھڑی دیکھتے ہوئے) نماز عشاء کا وقت ہو رہا ہے۔ میں یہاں اپنی گفتگو کو سمیٹتا ہوں اور اس واقعہ پر ختم کرتا ہوں۔ یہ ہماری پوری گفتگو کا حاصل اور نچوڑ ہے۔

عاشق رسول سیّدی محدث اعظم پاکستان الحاج مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ جب میں بریلی شریف میں پڑھتا تھا تو ان دنوں دہلی کتابیں لینے کیلئے جانا ہوا۔ وہاں مولوی نور محمد جو کہ مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے تھے اور ایک کتب خانہ کے مالک تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عقیدہ کی بات چھیڑ دی اور شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق سوال و جواب شروع ہو گئے۔ مولوی نور محمد صاحب دیوبندی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اس میں سے چھوٹا سا حصہ توڑ کر پوچھا آپ دلیل سے ثابت کریں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس تنکے کا علم ہے یا نہیں۔ یہ سن کر پہلے تو ذہن پر بوجھ سا محسوس ہوا مگر فوراً ہی رحمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے دل میں یہ بات آئی اور میں نے مولوی صاحب پر سوال کیا۔ پہلے آپ بتائیں کہ قرآن وحدیث کی رو سے یہ تنکا اللہ تعالیٰ کے نبی کو جانتا ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب بولے میرے ذہن میں تو کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔ اس پر میں نے فوراً یہ حدیثِ پاک پڑھ دی: ما من شئ الا و یعلم انی رسول اللہ یعنی ہر ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، سوا چند سرکش انسانوں اور جنوں کے۔ مولوی صاحب غور کیجئے شئ اسم نکرہ ہے اور نفی کے تحت جو کہ عموم کو فائدہ دیتا ہے۔ یعنی ہر ہر چیز مجھے جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اب بتائیں کہ یہ تنکا شئ ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب بولے یہ مسلم امر ہے کہ یہ تنکا شئ ہے۔ میں نے کہا اب اس حدیث پاک کی رو سے ثابت ہوا کہ اس تنکے کو اللہ تعالیٰ کے رسول کا علم ہے۔ یہ سن کر مولوی صاحب بولے، ہاں یہ میں مانتا ہوں کہ اس تنکے کو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا علم ہے۔ اس پر میں نے کہا جب آپ نے یہ تسلیم کر لیا کہ اس تنکے کو سیّد العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ہے تو آپ اپنے ایمان اور دل سے پوچھ کر بتائیں کہ یہ تنکا تو رحمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جانے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس تنکے کو نہ جانتے ہوں! کیا آپ کا دل اس کو تسلیم کرتا ہے۔ مولوی صاحب سوچ میں پڑ گئے اور آخر کار مان گئے کہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اس بے جان تنکے کو تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ہو اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس تنکے کا علم نہ ہو۔ لہٰذا میں تسلیم کرتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس تنکے کا بھی علم ہے۔

نعرہ لگتا ہے ﴾

سبحان اللہ...... سبحان اللہ...... ماشاء اللہ...... ماشاء اللہ......کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

غیب الٰہی کا امین نبی...... ہمارا نبی ہمارا نبی ☆ غیب الٰہی کا امین نبی...... ہمارا نبی ہمارا نبی

علم ادم الاسماء کلھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب کے سب اسماء سکھادیئے جب حضرت آدم علیہ السلام کی یہ شان ہے جو زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ تو سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو رحمۃ اللعالمین ہیں اور سارے جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں۔ ان کے علوم و معارف کا کوئی کیسے اندازہ لگا سکتا ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ ہم آیات کو وہ معانی نہ پہنائیں جن کو ان کے کلمات قبول نہیں کرتے اور سیدھی اور صاف بات جو قرآن نے فرمائی ہے اس کو صدق دل سے تسلیم کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام غیبوں کو جاننے والا ہے اور اپنے ان علوم غیبیہ پر بجز اپنے رسولوں کے ان کو جتنا چاہتا ہے علوم غیبیہ خواہ شرعیہ ہوں یا تکوینیہ عطا فرماتا ہے۔ یہ جتنا کتنا ہے اس کو اللہ تعالیٰ، جس نے دیا ہے اور اس کا رسول جس نے لیا ہے وہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ حد بندیاں اختراع بندہ ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے لطف و کرم سے علم اور عمل کی توفیق عطا فرمائے
اور عقیدۂ حق پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہِ طٰہٰ ویٰسین

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین o و ما علینا الا البلاغ

(سامعین میں سے عمران اپنی نشست سے کھڑا ہوتا ہے۔ چہرے پر معصومیت اور امید و آس کی چمک عیاں ہے۔ اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اُٹھا کر گویا ہوتا ہے۔

عمران...... جناب ایک آخری سوال۔ اگرچہ اس کا تعلق موضوع سے نہیں لیکن ہمارے حقوق سے ضرور ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تبرک تقسیم ہوگا؟ (زوردار قہقہہ لگتا ہے)

احمد سعید...... (مسکراتے ہوئے) اس کا بہتر جواب انتظامیہ ہی دے سکتی ہے۔ قمر بھائی! اس کا آپ ہی جواب دیں۔

(عمران فتح گڑھ کا رہنے والا ہے۔ اس مناسبت سے قمر برجستہ جواب دیتا ہے)

قمر...... جی عمران صاحب! گھبرائیے نہیں تبرک فتح گڑھ سے چل پڑا ہے۔ بس پہنچنے والا ہی ہوگا۔ (پھر قہقہہ لگتا ہے)

اللہ اکبر.....اللہ اکبر.....اللہ اکبر.....اللہ اکبر

مسجد سے عشاء کی اذان کی آواز آتی ہے۔ تمام طلباء اذان کے آداب کا خیال کرتے ہوئے خاموش ہو جاتے ہیں۔ اذان سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ کیونکہ اذان سن کر خاموش ہونا اور اس کا جواب دینا مستحب ہے۔ اذان کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعائے وسیلہ پڑھتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جوشخص اذان سن کر یہ دعا پڑھتا ہے قیامت کے روز اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

مسلم کی روایت میں ہے، جب تم مؤذن کو سنو تو اس کی اذان کا اسی کی مثل الفاظ سے جواب دو، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے، اللہ تعالیٰ اسکے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ کی درخواست کرو یہ ایک درجہ ہے جنت میں، جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے شایانِ شان ہے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس شخص نے میرے لئے وسیلہ کی درخواست کی اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔

قمر.....شاہ صاحب دعائے خیر فرمائیں۔

احمد سعید.....ہاتھ اُٹھاتے ہوئے:۔

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ الامین و علیٰ آلہٖ وصحبہ الطیبین اللھم اجعلنا ممن لزم ملۃ نبیک سیدنا محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و عظم حرمتہ واعز کلمتہ وحفظ عھدہ وذمتہ ونصر حزبہ ودعوتہ وکثر تابعیہ وفرقتہ ووافی زمرتہ ولم یخالف سبیلہ وسنتہ ۔ اللھم انا نسئلک الاستمساک بسنتہٖ ونعوذبک من الانحراف عما جاءبہ o اللھم اعصمنا من شر الفتن وعافنا من جمیع المحن واصلح منا ما ظھر وما بطن ونق قلوبنا من الحقد و الحسد ولا تجعل علی تباعۃ لاحد o وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ ونبیہ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین o

﴿ دعا کے بعد طلباء نماز کیلئے مسجد کا رُخ کرتے ہیں۔ ﴾